مسلم سیاست ،تاریخ کی علمی کمزوریاں اور علم حدیث کا اُن پر اطلاق

از

محمد علی جنید

ریسرچ اسکالر ،شعبہ ساسیات ،جامعہ کراچی

Karachi University Research Forum

جامعہ کراچی مرکز برائے تحقیق و دانش مندانہ مباحث

یک آزاد غیر حکومتی ادارہ

مسلم تاریخی و سیاسی مباحث سے اخذ دالائل میں کوتاہیاں

تحقیق سے قبل یہ امر مد نظر رکھا جائے کے ریاست اسلامی کی دو خاص اقسام ہیں ۔

(۱) ریاست نبوت　　　(۲) ریاست خلافۃ: علیٰ منہاج النبوۃ

مذید اقسام میں ہیں (۳)ریاست علیٰ منہاج خلافت راشدین اور(۴) ریاست علیٰ منہاج عقلیہ مسلمیہ کو بھی شامل کرسکتے ہیں اس موضوع پر ہم نے اپنی تحقیق پیں تفصیلی بحث کی ہے جس کے طرف رجعت کو ہم لازم نہیں جانتے۔ اس تقسیم بندی کو صرف سیاسی اسلامی تحقیقات کے ضمن میں ملحوظ نظر رکھا جائے تو عمدہ ہوگا۔

اس بابت کہنے کو بہت کچھ کام کیا جاچکا ہے یہ کہنا کہ یہ اول تحقیق ہے اس موضوع پر کذب بیانی ہوگی۔ اس موضوع پر بہت کام کیا گیا ہے اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا مگر عنوان سے ہٹ کر جس کسی کو اس کے مکمل غیر اختصار شدہ مقالے پر نگاہ ڈالنے کا موقع ملا اور یہ مکمل شکل میں طبع ہوا تو بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا منفرد کام تصور کیا جاسکتا ہے۔اس سے قبل جو تحقیقات و کتب ہندوستان و پاکستان، یورپ و امریکہ کے مستشرقین کی ہماری نگاہ سے گزری ہیں ان میں مفروضات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ ان میں ذوات قدسیہ کو عصر حاضر کی روح و فکر سے مطابقت پیدا کروانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جدید علوم، نقطہ نظر، فلسفوں، افکار کی چھلنی سے انہیں دیکھا و پرکھا گیا ہے۔ اور کمزور و بلا سند اقوال سے فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔ایک اور جو مسئلہ تحقیق میں محققوں نے پیش نظر نہیں رکھا وہ موادِ تحقیق کے معیار کا اہتمام تھا۔ جو مواد موضوع، صحیح و ضعیف ملا انہیں جوڑ کر اپنے موقف میں قوت پیدا کرنے کی کوشش کی اور طریقہ کار تقلید مستشرقین پر استوار کیا۔ یہ مستشرقین اپنے حالات و واقعات میں جس عقل و نقل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اسلامی روایات کے ضمن میں انہوں نے درایت و روایت کے اصول ہی مسترد کردیئے ہیں۔ جوزف ساخت، اسپلنگر، ولیم میور، کیرن آرمسٹرانگ، کتانی، برناڈ لوئس، آرنلڈ جے۔ ٹوائن بی، تھامس آرنلڈ سب ہی ایک طرح کے ہیں ۔ جو اسلام پر سے اعتراضات رفع کرتے ہیں وہ بھی کہیں نہ کہیں ڈنڈی مار جاتے ہیں۔واقدی، ہشام کلبی، ابو مخنف، ابو معشر، عمار بن

سیف، ان کے محبوب راوی ہیں۔ حالانکہ محدثین کے ہاں ان سب کی بدعقیدگی، کذب معروف ہے۔ ان سب نے خلفائے راشدین بالخصوص اور نبی اکرمؐ بالعموم واہیات اور خرافات سے پر روایتیں وابستہ کردی ہیں۔ ان کا روایتوں میں ایسا کثیر حصہ ہے کہ تاریخ میں ابن کثیرؒ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے ان سے اخذ کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ طبری کا تو ۹۰٪ حصہ انہی سے مروی ہے۔رواں صدی کے ایک عظیم محقق و محدث حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق ہے کہ طبری کے ثقہ ہونے سے ان کی تاریخ پر اثر نہیں پڑتا اس تاریخ کا ۹۰٪ حصہ موضوع و باطل ہے جن کی وجہ مجروح راوی ہیں جن سے طبری نے روایت لے کر اپنی کتاب درج کر رکھی ہے۔(۱)

زبیر علی زئیؒ، حافظ۔''فتاویٰ علمیہ''، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۰ء ۲/۳۴۳۔

خیر القرون کا دور ابتداً صحابہ کرام اور تابعین کا دور تھا۔ خلفاء سے لے کر ادنیٰ امراء تک جن میں متعدد صحابہ کرامؓ اور تابعین کاروبارِ خلافت چلارہے تھے۔ یہ دور مسلمانوں کی کشور کشائی، تمدنی آفرینی کی مکمل تاریخ ہے۔جس سے کسی قوم کی زندگی بنتی اور تابناک ہوتی ہے۔اس دور کی بابت تاریخی آثار عموماً اموی عہد کے ایک صدی بعد جمع کیے گئے۔اور مؤلفین خاص فرقوں و طبقات سے وابستہ تھے۔ خاتم النبیین کی کفالت، شام کا سفر، بحیرہ راہب کی داستان، ورقہ بن نوفل کی تصدیق تشفی، واقعہ قرطاس، سقیفہ بنی ساعدہ، معزولی خالدؓ ، سیدنا عثمانؓ، بنو امیہ پر تہمتیں، معرکہ ہائے جمل وصفین، بالخصوص اموی دور کے حالات و واقعات کو وضعی روایات کی بنا پر اس وجہ مسخ کر کے پیش کیا کہ ''دے خوے'' جیسے مشہور مستشرق اور تحریک دائرہ المعارف کے مرتبین میں سے ایک کو کہنا پڑا کہ: ''کذب و افترا کی شاید ہی کہیں اور مثال ملے۔ ہر قسم کی برائی اور معصیت بنی اُمیہ سے منسوب کی گئی۔ ان پر یہ تک اتہام لگا کہ اسلام ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہا''۔ جبکہ قاتلین سیدنا عثمانؓ کو ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا۔عشرہ مبشرہ، خلفاء ثلاثہ کے فضائل کے مقابل ویسے ہی فضائل سیدنا علیؓ کے لیے کثرت سے گھڑے گئے۔روایت پرستی کی وبا ایسی پھیلی کہ متاخرین بھی آنکھ بند کر کے اپنے پیش رو مورخوں کے بیانات نقل کرنے پر اکتفا کرنے لگے

☆ ابن کثیرؒ کو بھی کہنا پڑا کہ: "اگر ابن جریر وغیرہ جو حفاظ میں سے ہیں انہیں بیان نہ کرتے تو ہم بھی ترک کردیتے"۔(۲)

علی محمد شاہین، پروفیسر۔ "تاریخ اسلام"، مکتبہ فریدی: کراچی، ۱۹۹۵: ۱۳۔۱۴۔

پر چھوڑدیتے تھے۔تحقیق طریقہ کار اغلباً ، ابن حزمؒ، ابن العربیؒ، ابن جوزیؒ، ابن تیمیہؒ، امام ذہبیؒ، حافظ ابن قیمؒ، ابن حجر عسقلانیؒ اور ابن کثیرؒ میں نظر آتا ہے۔مگر ان سب سے بھی بحث سے وابستہ تمام روایتوں کی تحقیق ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ ذہبیؒ و ابن کثیرؒ کی تواریخ سے واضح ہے۔ باقی رجال و تحقیق میں ذہبی امام مانے جاتے ہیں۔حافظ ابن حجر کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اعتدال کی روش اختیار کرتے ہیں۔کہیں کہیں خاموشی اختیار کرتے ہیں مگر تہذیب التہذیب، فتح الباری میں انہوں نے ذرا جرأت دکھائی ہے۔(۴)محبّ الدین خطیب جو تعلیقات "العواصم من القواصم" از ابن العربیؒ اور "المنتقی علی منہاج السنۃ" پر کیا ہے وہ تاریخی و محدثانہ تحقیق میں بڑا کام ہے۔جن مورخین نے مستشرقین کی تقلید کی اور جدیدیت سے مغلوب ہوکر عدل وصحابہ کے اصول کو فراموش کر کے ضعیف و موضوع آثار سے من چاہی حجت پکڑی ان میں ڈاکٹر طہ حسین، عباس العقاد، جرجی زیدان، سید امیر علی، حسن ابراہیم حسن، ڈاکٹر محمد حسین ہیکل، خاص الخاص ہیں ۔ یہ تو ایک مورخ و محقق کا تبصرہ ہے ہم نے تفصیلی تحقیق میں ایسی تمام روایتوں کا تنقیدی و علمی جائزہ لیا ہے۔ یعقوبی، مسعودی، ابن ابی حدید، ابن عبدربہ کا تعلق مخالف فرقہ سے ہے۔الامامۃ والسیاسۃ کو جعلی طور پر وکیل حدیث ابن قتیبہ سے منسوب کردیا گیا ہے۔محققین نے اس بابت تفصیل سے گفتگو کی ہے ورنہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ و تاریخ میں کافی جرح کی ہے بالخصوص مسعودی پر گرفت کی گئی ہے۔ یعقوبی و مسعودی محقق مورخین نہ تھے بلکہ دونوں جغرافیہ دان تھے۔اس طرح نہج البلاغہ بلا سند سیدنا علیؓ کے طرف منسوب ہے۔اس پر ہرگز اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (۳)ڈاکٹر علی محمد صلابی نے انہیں تاریخ کو مسخ کرنے والی زہر آلود کتابیں بتایا ہے۔اس طرح یہ مد نظر رکھا جائے کہ طبریؒ، ابن عبدالبرؒ وابن اثیرؒ جامع الآثار تھے یعنی تمام روایتیں صحیح و غلط ، اہل سنت و روافض کی جامع جمع کر کے تحقیق و درایت محدثین و محققین

پر چھوڑدیتے تھے۔تحقیقی طریقہ کار اغلباً ، ابن حزمؒ، ابن العربیؒ، ابن جوزیؒ، ابن تیمیہؒ، امام ذہبیؒ، حافظ ابن قیمؒ، ابن حجر عسقلانیؒ اور ابن کثیرؒ میں نظر آتا ہے۔مگر ان سب سے بھی بحث سے وابستہ تمام روایتوں کی تحقیق ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ ذہبیؒ و ابن کثیرؒ کی تواریخ سے واضح ہے۔ باقی رجال و تحقیق میں ذہبی امام مانے جاتے ہیں۔حافظ ابن حجر کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اعتدال کی روش اختیار کرتے ہیں۔کہیں کہیں خاموشی اختیار کرتے ہیں مگر تہذیب التہذیب، فتح الباری میں انہوں نے ذرا جرأت دکھائی ہے۔(۴)محبؒ الدین خطیب جو تعلیقات "العواصم من القواصم" از ابن العربیؒ اور "المنتقی علی منہاج السنۃ" پر کیا ہے وہ تاریخی و محدثانہ تحقیق میں بڑا کام ہے۔جن مورخین نے مستشرقین کی تقلید کی اور جدیدیت سے مغلوب ہو کر عدل وصحابہ کے اصول کو فراموش کر کے ضعیف وموضوع آثار سے من چاہی حجت پکڑی ان میں ڈاکٹر طٰہ حسین، عباس العقاد، جرجی زیدان، سید امیر علی، حسن ابراہیم حسن، ڈاکٹر محمد حسین ہیکل، خاص الخاص ہیں ۔

موخر الذکر نسبتاً معتدل مزاج ہیں اور انصاف سے کام لیتے ہیں۔بعض معاصر علماء امت جنہیں کہنے کو مستشرقین سے اختلاف تھا اور اہل سنت کا موقف رکھتے تھے بقول صلابی واقعات پیش کرنے کے طریقے، صحابہ کرام و تابعین کے مواقف کی تفسیر کے ضمن میں انہوں نے بڑی ناانصافی کی مثلاً ابو الاعلیٰ مودودی کی کتاب خلافت وملوکیت"، ابوزہرہ کی کتاب "تاریخ الامم الاسلامیہ"، الامام زید بن علیؒ یہ کتابیں بعض صحابہ کرام پر حملوں، بنوامیہ پر طعن و تشنیع سے بھری ہیں۔ انہیں خصائل حمیدہ اور عمل صالح سے عاری قرار دیا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان علماء نے تاریخی روایات کی تحقیق سے کام نہیں لیا ہے، مخالفین وشیعی روایات کو اختیار کیا ہے اور اپنی تحقیق وتنقید کی بنیاد انہیں پر رکھی ہے۔

ابھی حال ہی میں جرح و تعدیل کو پھر رواج ملا ہے۔ اس ضمن میں علی محمد محمد صلابی، ڈاکٹر سلیمان بن حمد العودہ کی ''عبداللہ بن سبا و اثرہ فی احداث الفتنہ فی صدر الاسلام''، محمد مغزون کی ''تحقیق مواقف الصحابہ فی الفتنۃ''، ڈاکٹر ضیاء اکرم ضیا العمری کی ''عصر الخلافۃ الراشدۃ''، ڈاکٹر عثمان الخمیس کی ''حقبۃ من التاریخ''، ڈاکٹر محمد حسن شراب کی ''المدینۃ النبویۃ فجر الاسلام، العصر الراشدی''، صادق عرجون کی ''عثمان بن عفانؓ''، ڈاکٹر یحیٰی ابراہیم الیحیٰی کی ''مرویات ابی مخنف فی تاریخ الطبری'' خاص الخاص ہیں۔(۵)

علی محمد صلابی، ڈاکٹر۔''سیدنا عثمان بن عفانؓ''، الفرقان ٹرسٹ، مظفر گڑھ: ۸۷۔ ۳۸۶۔

اردو میں خاص الخاص صفی الرحمان مبارکپوری کی ''الرحیق المختوم''، ڈاکٹر لقمان سلفی کی ''الصادق الامین''، مولانا امیر حمزہ کی ''سیرت کے سچے موتی، شبلی نعمانی و ندوی کی ''سیرت النبیؐ'' اب اس کی صحت و تخریج مکتبہ اسلامیہ نے چار جلدوں میں کروی ہے۔ حکیم محمود احمد ظفر کی ''تاریخ اسلام''، ''دولت سفیانیہ''، ڈاکٹر علی محسن صدیقی کی ''الصدیق'' محدثانہ و محققانہ طرز فکر کی کتب ہیں۔

اُردو میں ڈاکٹر علی محمد (محمد صلابی کی چاروں خلفاء راشدین پہ علیحدہ علیحدہ اردو تراجم، ڈاکٹر عثمان آل خمیس کی ''صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین'' ہمارے پیش نظر رہی ہیں۔ ان پہ ہم نے اعتماد کیا ہے مگر اختلاف علمی بھی کیا ہے۔ باقی ہم نے بنیادی ماخذوں پہ زیادہ اعتماد کیا ہے۔یہ دونوں حدیث کو تاریخ پہ ترجیح دیتے ہیں۔ صحیح و غلط میں تفریق کے قائل ہیں۔حال ہی

میں ایک عظیم کام مولانا ابراہیم فیضی نے "حیات طیبہ:مسند امام احمد کی روشنی میں" کیا ہے۔ جس میں مسند احمد کی سیرت سے متعلق احادیث جمع کردی ہیں۔ جبھی تاریخی آثار پر بلسند احادیث کو ترجیح دی گئی ہے۔

<u>مورخ اور سیاسی محقق کن اُمور کو مد نظر رکھ کر تحقیق کریں :</u>

ّ مرسل کی بابت ہمارا وہی موقف ہے جو جمہور محدثین کا ہے.

امام مسلم نے واضح کیا ہے کہ مرسل ہمارے اور اہل علم کے نزدیک حجت نہیں ہے۔(ہماری مراسیل ان کے کام آئیں گی جو انہیں حجت جانتے ہیں)۔

مسلم بن حجاج القشیری، امام ۔"صحیح مسلم" دارالقدس، لاہور، ۱۴۳۲ھ۔ ۱/۲۶ (مقدمہ)۔

☆ یہ امام شافعی کا موقف ہے وہ فرماتے ہیں کہ: عقوبات کے باب میں نبی اکرمؐ کی کچھ مرسل روایات ملتی ہیں جنہیں میں نے اگرچہ احتیاطاً لکھ لیا ہے مگر منقطع ہونے کے سبب ترک کردیا ہے

سنجر بن عبداللہ الناصری، الامیر (م) "مسند امام شافعی"، شبیر برادرز، لاہور۔ ۲۰۰۹ء: ۲/۲۴۹، (اثر: ۱۸۱۴)۔

☆ جمہور محدثین، امام شافعی، اکثر فقہا اور اصحاب الاصول مرسل کو ضعیف کہتے ہیں.

فضل اللہ حسام الدین شامزئی، مولانا۔ "تفہیم الراوی شرح تقریب النوی"، العراس: کراچی، ۲۰۰۸: ۹۶۔

☆ بعض مراسیل جو عہد خلفاء راشدین کی بابت ہیں اور وہ راوی عہد خلفاء راشدین میں پیدا ہوئے وقت گزارا کبار تابعین سے روایت لی ہے۔ اکثر اشارے بھی دیئے ہیں ۔ جہاں راوی نے مذکورہ شخصیت سے دیکھا و سنا نہیں ہو ہمیں معلوم ہے تو بیان کردیا ہے۔ جس راوی میں ثقہ، صدوق ہونے کے باوجود ہلکا سا بھی کوئی خلا نظر آتا وہ بھی ذکر کیا ہے۔

☆ بدعتی کی وہ روایت جو اس کے عقائد کا اثبات کرتی ہو کو رد کیا ہے ہاں فقہی بنیادوں پر قبول کیا ہے۔ اصول و عقائد میں مسترد کیا ہے۔

☆ قرونِ اولی کی تاریخ نگاری میں صحیح راوی اور ضعیف راوی تو ڈھونڈے جاسکتے ہیں مگر وہ ثقہ راوی جن کی روایتوں کو ثقہ ہونے کے باوجود لینے میں کچھ امور سے مشروط کیا گیا ہے۔ جیسے کوئی راوی اپنے شیخ سے تغیر حافظہ سے قبل روایت لے تو قبول ہوگی تغیر حافظہ کے بعد مقبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی ثقہ راوی تدلیس کرتا ہو اور تصریح سماع نہ کرے تو اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ اس طرح روایت میں ثقہ کی زیادتی کرنا جیسے امام زہری کا ادرج مقبول ہے مگر صرف بخاری ومسلم میں قبول ہوگا دیگر روایتوں میں روایت میں اس سبب ضعف آجاتا ہے۔

☆ صحابہ کرام کی معرفت بڑا اہم علم ہے۔ کبیر صحابہ کو صغیر صحابہ سے الگ کرنا اور جب ایک مسئلہ میں کبیر وصغیر دونوں سے روایت ملے اور سنداً دونوں مرفوع وصحیح ہوں تو ہم نے کبیر صحابی کو ترجیح دی ہے۔

ہم نے کامل تحقیق میں ان سب امور کو تفصیلاً واضح کیا ہے یہ مختصر ابتدائیہ حد درجہ حوالوں واضافوں کا متحمل نہیں ہوسکتا ہے۔

☆ ہم نے احادیث لیتے ہوئے کوشش کی ہے کہ اس میں ماہرین حدیث نے تخریج وتحقیق کی ہو اور اس امر کو بھی مدنظر رکھا ہے کہ صرف سند میں واقع ظاہراً ثقہ راوی دیکھ کر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ راوی کا عقیدہ، رجحان، ملاقات، ہم عصر ہونا بھی مدنظر رکھا ہے۔

☆ حضرت سیدنا علیؓ کے ضمن میں یہ عذر قبول کیا جائے کہ روایتیں کثیر ہیں مگر موضوع و ضعیف ہیں اور کثرت سے ہیں۔ جس کے سبب فقہی آراء میں غلطی ممکن ہے۔ احتیاطاً "مسند زید" کو صرف اس سبب ترک کردیا کہ اس کے بنیادی راوی ابو خالد واسطی کو تقریب التہذیب میں متروک الحدیث کہا گیا ہے۔ حالانکہ اس کی روایتیں متن سے تخریجاً شواہد بھی رکھتی ہیں مگر احتیاط کو مدنظر رکھا ہے۔ ڈاکٹر رواس قلعہ جی کی چاروں خلفاء راشدین کی فقہ پر کتب مدنظر رہیں ہیں مگر ان میں صحیح و غلط کا حکم نہیں لگایا ہے جبھی ان سے ہم نے جو لیا ہے مکمل سند تک عدم رسائی کے سبب ہمیں معذور جانا جائے۔ اعتقادی و تاریخی آثار میں ثقہ راوی اگر ہلکا سا اوہام، اختلاط بھی کرے تو ذکر کر کے روایت رد کردی ہے کہیں عدل صحابہ پر حرف نہ آجائے۔

ہمیں افسوس ہے کہ کئی جگہوں پر روافض، کذاب، زندیق جیسے سخت الفاظ تحقیق میں آئے ہیں مگر واضح ہو کہ یہ علم رجال و حدیث کی اصطلاحات و رمز ہیں جو محدثین نے قائم کیے ہیں۔ ضعف واضح کرنے میں انہیں بیان کرنا پڑتا ہے۔

☆ امام مسلم نے واضح طور پر لکھا ہے کہ: وہ شخص جو اپنے آپ کو ہی محدث بنا ہے اس کے لیے لازم ہے کہ

ضعیف حدیث و منکر روایات کو نقل نہ کرے صرف صحیح و مشہور روایات نقل کرے جنہیں انہوں نے ثقہ لوگوں سے لیا ہو جن کی سچائی و امانت مشہور ہو اور بہت سی حدیثیں وہ روایت کرتا ہے ان کا منکر ہونا واضح ہے یہ

ان لوگوں سے مروی ہیں جن کی مذمت کی گئی ہے اور اس کے باوجود جانتے کہ انہیں نقل کرتا ہے۔

مسلم بن حجاج القشیری، امام۔ محولہ بالا: ۱/۳۷۔

یہ واضح ہے کہ سیدنا علیؓ صحابہ کرام کو سچا عادل جاننے کے باوجود اخذ حدیث کے وقت قسم رکھواتے تھے اور سیدنا عمرؓ گواہی مانگتے تھے۔سیدنا علیؓ کے اکثر شاگرد کٹر رافضی، خارجی ہیں انہیں جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے ۔ جیسے اصبغ بن نباتہ اور حارث الاعور۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حارث الاعور الھمدانی مجھ سے حدیث بیان کرتا ہے اور وہ جھوٹا ہے۔(۱۰)ہم معذرت خواہ ہیں ہم نے اصبغ بن نباتہ سے کچھ روایتیں تقابلہ کے لیے لی ہیں مگر ضعف واضح کردیا ہے۔مگر چونکہ یہ سیدنا علیؓ کا کوتوال تھا اور اس کی گفتگو میں نکارت و بدعات کم ملتی ہیں جبھی ہمیں لینا مضر نہیں لگا۔سیدنا علیؓ کی بابت روایتوں میں ابن مسعودؓ کے راوی شاگرد علقمہؒ وغیرہ زیادہ مستند ہیں۔ بالخصوص امام شعبی جیسے جلیل القدر تابعی پر ہم نے بھی اعتماد کیا ہے۔

ایضاً: ۵۴ ۔

☆ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: اے ایمان والو! جب کوئی فاسق خبر لائے تحقیق کرلیا کرو۔

☆ ارشادِ نبویؐ ہے کہ: جس نے مجھ سے جھوٹ وابستہ کیا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

ان کلیات کو ہم نے تحقیق میں حتی الامکان مدنظر رکھا ہے۔قلت لمحات و قرطاس کے سبب اصول کی بحث یہیں ختم کرتے ہیں۔

سانحہ کربلا کی روایات کس حد تک مستند ہیں؟

سانحہ کربلا کے موضوع پر بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں۔ محرم الحرام میں بہت سے واعظ اور ذاکرین رو رو کر سانحہ کربلا کی داستان کچھ اس طریقے سے سناتے ہیں جیسے وہ اس واقعے کے چشم دید گواہ ہوں اور انہوں نے اس سانحے کو باقاعدہ ریکارڈ کیا ہو۔ تاریخ میں اس واقعے سے متعلق جیسا جھوٹ گھڑا گیا ہے، شاید ہی کسی اور واقعے سے متعلق گھڑا گیا ہو۔

عجیب بات یہ ہے کہ اولین کتب تاریخ میں اس واقعے کو صرف ایک شخص نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کا نام ہے ابو مخنف لوط بن یحیی۔ ان سے بالعموم جو صاحب روایت کرتے ہیں، ان کا نام ہشام کلبی ہے۔ ان دونوں راویوں سے ہمارا اس کتاب میں پرانا تعلق ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ دونوں نہایت ہی متعصب مورخ ہیں اور مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سخت بغض رکھتے ہیں۔ تاریخ طبری میں سوائے چند ایک کے، سانحہ کربلا کی تقریباً سبھی روایات انہی دونوں سے مروی ہیں۔ ان دونوں

مبشر نذیر : واقعہ کربلا اور یزید کا کردار :۴۴۱۔۴۴۴

راویوں کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے بغض اتنا نمایاں ہے کہ انہوں نے ان روایات میں بھی جگہ جگہ اس بغض کو داخل کر دیا ہے۔

تاریخ کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی شخص یا واقعے کے بارے میں اس سے متعصب راوی کی روایت کو قبول نہ کیا جائے۔ اس وجہ سے مناسب یہی رہے گا کہ ہم ابو مخنف اور ہشام کلبی کی روایات سے اجتناب کریں۔ ان دونوں کے علاوہ ایک اور ناقابل اعتماد مورخ محمد بن عمر الواقدی کی بعض روایتیں سانحہ کربلا سے متعلق ہیں، جن کے بارے میں بھی ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہر جھوٹی سچی بات کو ملا کر ایک کہانی بناتے ہیں اور پھر بغیر کسی سند کے بیان کر دیتے ہیں۔ کبھی وہ سند بھی بیان کر دیتے ہیں جو بالعموم مکمل نہیں ہوتی ہے۔ یہاں ہم تاریخ کی اولین کتب تاریخ میں سانحہ کربلا کی روایات سے متعلق کچھ اعداد و شمار پیش کر رہے ہیں۔

تاریخ کی کتاب	کربلا سے متعلق کل روایات	ناقابل اعتماد روایات کی تعداد	ناقابل اعتماد راویوں کے نام اور ان کی بیان کردہ روایات	بقیہ روایات
ابن سعد (168-230/784-845)	1	1	واقدی، ابو مخنف اور کلبی: 1	-
بلاذری (d. 279/893)	39	14	واقدی، ابو مخنف، عباد بن عوام، حصین بن عبد الرحمن اور ہیثم بن عدی	25
طبری (224-310/838-922)	129	120	ابو مخنف اور ہشام کلبی: 113۔ واقدی: 7	9
مجموعہ	**32**	**25**	**25**	**7**

تاریخ طبری کے بارے میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ 129 روایات کا بڑا حصہ ابومخنف، ہشام کلبی اور واقدی سے مروی ہے۔ طبری سے پہلے کے مورخین میں ابن سعد (d. 230/845) ہیں جو کہ ہیں تو واقدی کے شاگرد، لیکن بذات خود ایک قابل اعتماد مورخ ہیں۔ ان کے بارے میں محدثین کا یہ اصول ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان کی وہ روایات، جو وہ واقدی کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتے ہیں، پر اعتماد کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان کے راوی قابل اعتماد ہوں۔ ابن سعد نے سانحہ کربلا کے واقعات سے متعلق 23 روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں، لیکن ان میں سے ایک روایت وہ ہے جو انہوں نے مختلف اسناد کو ملا کر پورے واقعہ کو ایک طویل کہانی کی صورت میں بیان کی ہے۔ بقیہ 22 چھوٹی چھوٹی روایتیں ہیں جن میں ابن سعد نے واقعے کی کچھ جزوی تفصیلات کو نقل کیا ہے اور ان میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ان میں سے ہر روایت کو نقل کرنے کے بعد وہ رجع الحديث إلى الأول (اب ہم پہلے بیان کی طرف واپس پلٹتے ہیں) کے الفاظ لکھ کر اسی طویل روایت کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ روایت 26-25 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جبکہ بقیہ 6-5 صفحات پر بقیہ 22 روایتیں ہیں۔ طویل روایت کی اسناد کو انہوں نے کچھ اس طرح نقل کیا ہے:

أخبرنا محمد بن عمر (الواقدي)، قال: حدثنا ابن أبي ذئب، قال: حدثني عبدالله بن عمير مولى أم الفضل

أخبرنا عبدالله بن محمد بن عمر بن علي، عن أبيه

أخبرنا يحيي بن سعيد بن دينار السعدي، عن أبيه

وحدثني عبدالرحمن بن أبي الزناد، عن أبي وجزة السعدي، عن علي بن حسين.

قال: وغير هؤلاء أيضا قد حدثني. قال محمد بن سعد: وأخبرنا علي بن محمد، عن يحيي بن إسماعيل بن أبي مهاجر، عن أبيه.

وعن (أبو مخنف) لوط بن يحيي الغامدي، عن محمد بن نشر الهمداني، وغيره.

وعن محمد بن الحجاج، عن عبدالملك بن عمير.

وعن هارون بن عيسى، عن يونس بن أبي إسحاق، عن أبيه.

وعن يحيي بن زكريا بن أبي زائدة، عن مجالد، عن الشعبي.

قال ابن سعد: وغير هؤلاء أيضا قد حدثني في هذا الحديث بطائفة فكتبف جوامع حديثهم في مقتل الحسين رحمة الله عليه ورضوانه وصلوته وبركاته. قالوا:

ابن سعد نے کہا: ان اسناد کے علاوہ بھی اس روایت کو (راویوں کے) ایک گروہ نے مجھ سے بیان کیا۔ میں نے حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ ورضوانہ وصلوتہ وبرکاتہ کی شہادت سے متعلق ان سب کی روایتوں کو اکٹھا کر کے لکھ لیا ہے۔ ان لوگوں نے بیان کیا:۔۔۔[2]

ابن سعد نے اس طویل روایت میں یہ نہیں بتایا کہ روایت کا کون سا حصہ کس راوی نے بیان کیا ہے بلکہ انہوں نے اسے ایک مسلسل قصے کی صورت میں بیان کر دیا ہے۔ اب ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ تقریباً 26-25 صفحات پر پھیلی ہوئی اس روایت کا کون سا حصہ قابل اعتماد راویوں نے بیان کیا ہے اور کون سا حصہ نا قابل اعتماد راویوں نے۔ اس وجہ سے ان کی پوری روایت کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ ابن سعد کی بیان کردہ تفصیلات کا موازنہ اگر طبری میں بیان کردہ ابو مخنف، ہشام کلبی اور واقدی کی روایتوں سے کیا جائے تو ان میں مماثلت پائی جاتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن سعد نے بھی زیادہ تر تفصیلات انہی تین راویوں سے اخذ کی ہیں۔

اب آیئے تیسرے مورخ احمد بن یحیی بلاذری (d. 279/893) کی طرف۔ انہوں نے سانحہ کربلا کے ضمن میں 39 روایتیں بیان کی ہیں جو کہ مکتبہ دار الفکر والے ورژن کی جلد 3 میں صفحہ 426-363 پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں سے 14 ایسی روایتیں ہیں جو نہایت ہی نا قابل اعتماد راویوں سے مروی ہیں۔ ان میں ابو مخنف لوط بن یحیی (4654)، عباد بن عوام (2651)، عوانہ بن حکم (4372)، حصین بن عبد الرحمن (1795) اور ہیثم بن عدی (6546) شامل ہیں۔ یہ سب کے سب راوی ضعیف اور نا قابل اعتماد ہیں۔[3] ان میں لوط بن یحیی اور عباد بن عوام اسی باغی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے جو مسلسل بغاوتیں اٹھاتی رہی۔ عوانہ بن حکم، ہشام کلبی کے استاذ تھے۔ ہیثم بن عدی کو محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔ حصین بن عبد الرحمن اگرچہ قابل اعتماد تھے مگر ان کا حافظہ کمزور تھا اور وہ روایات کو خلط ملط کر دیا کرتے تھے۔

---

[2] ابن سعد۔ طبقات الکبری۔ 6/421-422

[3] ذہبی۔ سیر الاعلام النبلاء۔ راویوں کے نمبر کے مطابق دیکھا جا سکتا ہے۔

آپ ذہبی کے مشہور انسائیکلوپیڈیا "سیر الاعلام النبلاء" میں متعلقہ نمبر پر ان سب کے حالات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ اگر ان راویوں کی بیان کردہ روایتوں کو چھوڑ دیا جائے تو اس طرح سے بقیہ 25 روایتیں بچتی ہیں جن سے ہم واقعے کی حقیقت کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

آٹھویں صدی کے مشہور مورخ ابن کثیر نے بھی ابو مخنف وغیرہ کی ان روایتوں کو اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں درج کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے:

اہل تشیع اور روافض نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں بہت سا جھوٹ اور جھوٹی خبریں گھڑی ہیں۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، اس کا بعض حصہ محل نظر ہے۔ اگر ابن جریر (طبری) وغیرہ حفاظ اور ائمہ نے اس کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں اسے بیان نہ کرتا۔ اس کا اکثر حصہ ابو مخنف لوط بن یحیی کی روایت سے ہے جو کہ شیعہ تھا اور ائمہ کے نزدیک واقعات بیان کرنے میں ضعیف (نا قابل اعتماد) ہے۔ لیکن چونکہ وہ اخباری اور (خبروں کا) محفوظ کرنے والا ہے اور اس کے پاس ایسی چیزیں ہیں جو اس کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہیں، اس وجہ سے اس کے بعد کے کثیر مصنفین نے اس پر کڑی تنقید کی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔[4]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان ناقابل اعتماد مورخین کی روایتوں کو چھوڑ دیا جائے تو سانحہ کربلا سے متعلق ہمیں کچھ زیادہ معلوم نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے، جس کا کوئی حل نہیں ہے تاہم دو صورتیں ایسی ہیں جن پر احتیاط سے عمل کیا جائے تو ہم کسی حد تک درست معلومات تک پہنچ سکتے ہیں۔

- ایک صورت تو یہ ہے کہ ان دونوں کی روایتوں کو چھوڑ کر دیگر روایات پر غور کیا جائے۔ اس سے جتنی معلومات حاصل ہوں، ان پر اکتفا کر کے بقیہ معاملات کو حسن ظن پر چھوڑ دیا جائے۔ ہمارے نزدیک یہی صحیح طرز عمل ہے۔
- دوسری صورت یہ ہے کہ ان ناقابل اعتماد مورخین کی روایات میں جہاں جہاں صحابہ کرام سے بغض ظاہر ہوتا ہو، اسے چھوڑ کر بقیہ معاملات میں ان کی باتوں کو پوری احتیاط سے قبول کیا جائے اور ان کی کسی ایسی بات کو قبول نہ کیا جائے جس میں ان کا تعصب جھلکتا ہو اور انہوں نے واقعات کو جذباتی انداز میں ایسے بیان کیا ہو کہ اس دور کے مسلمانوں کی نہایت ہی بھیانک تصویر سامنے آئے۔

نوٹ : یہ کوئی مسلسل و مربوط تحریر نہیں ہے اسی سبب اس میں کئی جگہوں پر لغوی عدم تسلسل اور جھول کے امکانات خارج از الامکانات نہیں ہے ،لوگوں کی معلامات کے لئے طویل تحریر سے کچھ نکات مرتب کرکے پیش کردئے ہیں۔

English:

This was written by Imam Tabari who collected information provided to him about various events with chain of narrations. Muhaditheen (Scholars of Hadith) have researched this and have prescribed Sahih, Hasan, weak and fabricated. Also, there were some additions made to this book later on.

IbnKathir (R.A.) mentions about this book as follows:
"In these volumes, he [Tabari] reported the various narrations as they were transmitted and by whom. His discussion is a mixed bag of



valuable and worthless, sound and unsound information. This is in keeping with the custom of many Hadith scholars who merely report the information they have on a subject and make no distinction between what is sound and what is weak."

Imam at-Tabari also clearly says in the introduction of his book that the narrations found in his book are only as good as the people who narrate them.



Urdu:

Source: Facebook community " مستند اسلامی تاریخ "

علامہ ابن جریر بن یزید طبری بہت بڑے اور بلند مرتبہ کے عالم تھے، خاص کر قرونِ ثلاثہ کی تاریخ کے حوالہ سے ان کا نام اور کتاب کسی تعارف کے محتاج نہیں ،قدیم و جدید تمام مؤرخین نے ان سے استفادہ کیا. ان ساری خصوصیات کے باوجود تاریخ طبری میں جگہ جگہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ایسی بے بنیاد اور جھوٹی روایات مروی ہیں، جن کی کوئی معقول و مناسب توجیہ نہیں کی جاسکتی ہے ،جب کہ عدالتِ صحابۂ کرام پرموجود قطعی نصوص قرآن و سنت اور اجماعِ امت کے پیش نظر منصف مزاج اہل علم امام طبری اور خاص کر ان کی تاریخ میں مروی اس طرح کی روایات پر کلام کرنے پہ مجبور ہوئے ہیں، روایات پر کی گئی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ تاریخ طبری میں بڑے بڑے دروغ گو ، کذّاب اور متہم بالکذب راویوں کی روایات بھی جگہ جگہ موجود ہیں،

تاریخ طبری کی روایات کا ایک جائزہ لینے کے لیے ڈاکٹرخالد علال کبیر صاحب نے تاریخ طبری میں موجود ثقہ و غیر ثقہ راویوں کی روایات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے؛ انہوں نے تاریخِ طبری میں اس کے بارہ (۱۲) مرکزی رواۃ کی روایات کا جائزہ لیااور ان میں سے سات راوی کذّاب یا متہم بالکذب ہیں اور پانچ ثقہ ہیں۔

: دروغ گواور متہم بالکذب راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ
محمد بن سائب کلبی کی بارہ (۱۲) روایات،
حشام بن محمد کلبی کی پچپن (۵۵) روایات ،
محمد بن عمر کی چار سو چالیس (۴۴۰)روایات ،
سیف بن عمر تمیمی کی سات سو (۷۰۰)روایات ،
ابو مخنف لوط بن یحیٰ کی چھ سو بارہ (۶۱۲)روایات،
ہیثم بن عدی کی سولہ(۱۶) روایات،
محمد بن اسحاق بن سیار (یسار)(۲۵) کی ایک سو چونسٹھ (۱۶۴)روایات ہیں،
ان سب کی روایات کا مجموعہ جن کو مؤرخ طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے وہ انیس سو ننانوے(۱۹۹۹) ہے۔

-: ثقہ راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ
زبیر بن بکار کی آٹھ(۸)روایات ،
محمد بن سعد کی ایک سو چونسٹھ (۱۶۴)روایات ،
موسی بن عقبہ کی سات(۷)روایات ،
خلیفہ بن خیاط کی ایک(۱) روایت ،
وھب بن منبہ کی چھیالیس (۴۶)روایات ہیں۔
تاریخ طبری کے ان پانچ ثقہ راویوں کی روایات کا مجموعہ دو سو نو(۲۰۹) ہے۔

گویا تاریخ طبری میں دو سو نو(۲۰۹)ثقہ روایات کے مقابلہ میں ان سات دروغ گو اور متہم بالکذب راویوں کی انیس سو ننانوے(۱۹۹۹) روایات ہیں، ان دونوں کے تناسب سے اندازہ لگاجاسکتا ہے کہ تاریخ طبری جیسی قدیم اور مستند سمجھی جانے والی کتاب کا جب یہ حال ہے تو تاریخ کی باقی کتابوں کا)کیا حال ہوگا۔
تفصیل کے لیے دیکھیے : مدرسة الكذابين فی رواية التاريخ) (الإسلامي و تدوينيہ، ص:۴۷۔۴۵،دار البلاغ الجزائر

اگر آپ قرون ثلاثہ کی تاریخ کا باریک بینی سے جائزہ لیں گے تو تدوین کے اس زمانہ میں جھوٹ کے ظاہر ہونے کے اسباب و اہداف میں تداخل پائیں گے، بسا اوقات ایک ہی واقعہ میں سبب اور ہدف دو نوں پائے جائیں گے، اگر آپ نفس واقعہ کی طرف دیکھیں گے تو آپ کو اس کا سبب نظر آئے گا؛ لیکن اسی واقعہ پر نتیجہ کے اعتبار سے غور کیا جائے تو اس کی ایک غرض بھی سامنے آئے گی۔غرض دروغ گوئی کے بعض ایسے واضح ، جن کی وجہ سے قرون ثلاثہ کے دوران عام طور سے اور تدوین تاریخ کے وقت خاص طور سے دروغ گوئی نے جڑ .پکڑ لی تھی۔ چند مزید اسباب پیش خدمت ہیں

مخصوص فکری و مذہبی فرقہ کی تائید و نصرت.1
دروغ گوئی و کذب کے ظاہر ہونے کے اسباب میں ایک سبب صراط مستقیم سے منحرف رہنے والے مخصوص فکری و مذہبی فرقہ کی تائید و نصرت بھی ہے ، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دروغ گواورکذّاب احمد بن عبداللہ جو یباری فرقہ کرامیہ کی نصرت و دفاع کی خاطر محمد بن کرام کے لیے احادیث گھڑا کرتا تھا اور محمد بن کرام انھیں اپنی کتابوں میں ذکر کرتا تھا۔ .. اس طرح دروغ گو و کذّاب قاضی محمد بن عثمان نصیبی روافض کی تائید و نصرت کی خاطر

-: علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کی رائے
علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمھما اللہ نے طبری کی توثیق کرنے کے ساتھ ساتھ دبے لفظوں میں ان کے تشیع کی طرف
ثِقَةٌ صَادِقٌ فِيْهِ تَشَيُّعٌ "،میلان کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے
(يَسِيْرٌ وَ مُوَالَاةٌ لَاتَضُرُّ" . (1
شاید ان دونوں حضرات کے کلام کامقصد یہ تھا کہ چوں کہ علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں ایسی روایات بغیر نقد و کلام کے نقل کی ہیں،جن سے ان کا تشیع کی طرف میلان معلوم ہوتا ہے ،لہٰذا اس تصریح کے بعد طبری کی وہ تمام روایات جن سے اہلِ تشیع کے مخصوص افکار کی تائید ہوتی ہے وہ غیر معتبر قرار پائیں گی۔

-:عصر حاضر کے اک محقق مولانا محمد نافع صاحب کا تبصرہ
تاریخ طبری میں منقول معتضد با للہ عباسی کا رسالہ جسے مؤرخ طبری نے ۲۸۴ھ کے تحت بلا کسی نقد و تحقیق و تمحیص اور کلام کے نقل کیا ہے، جس میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں حضرات کے خلاف سب و شتم اور لعن طعن کرنے کے جواز میں مواد فراہم کیا اور اس میں موجباتِ لعن و طعن درج کیے ہیں،اس رسالہ پر تنقید کرتے ہوئے "الطبری کی حکمتِ عملی" کے تحت مولانا محمد نافع نے" فوائدِنافعہ "میں جو کچھ فرمایا
:وہ من و عن پیش خدمت ہے
غور طلب بات یہ ہے کہ صاحب التاریخ محمد ابن جریر " الطبری کے لیے عباسیوں کے اس فراہم کردہ غلیظ مواد کو من و عن نقل کے لیے اپنی تصنیف میں شامل کرنے کا کون سا داعیہ تھا؟اور اس نے کون سی مجبوری کی بنا پر یہ کارِ خیرانجام دیا؟ گو یا الطبری نے اس مواد کو اپنی تاریخ میں درج کر کے آنے والے لوگوں کو اس پر آگاہ کیا اور سب وشتم اور لعن طعن کے جو دلائل عباسیوں نے مرتب کروائے تھے، ان پر آئندہ نسلوں کو مطلع کرنے کا ثواب کمایا؟چناں چہ شیعہ اور روافض رسالۂ مذکورہ میں مندرجہ مواد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی کتب میں ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطاعن قائم کرتے ہیں اور
(شدید اعتراضات پیدا کرتے ہیں۔(2

مولانا مہرمحمد صاحب کی رائے
ابن جریر طبری کا مذہب ،اس عنوان کے تحت مولانا مہرمحمد صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ وہی امام طبری المتوفی ۳۱۰ھ ہیں جنہیں اہلِ بغداد نے تشیع سے متہم کر کے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا تھا(3)،گو شیعہ نہیں ہیں؛ تاہم اپنی تاریخ یا تفسیر میں ایسی کچی پکی روایات خوب نقل کر دیتے ہیں جو شیعہ کی موضوع یا مشہور کی ہوئی ہوتی ہیں۔
4))

-:عرب علماء کی رائے
معاصر عرب اہل علم حضرات میں سے ڈاکٹر خالد علال کبیر مدرسة الكذابين في رواية التاريخ "صاحب (5)نے اپنی کتاب الإسلامي و تدوينه" میں مؤرخ طبری کے اس مخصوص طرزِ عمل کے بارے میں لکھا ہے کہ
میرے نزدیک انھوں نے یہ (یعنی تحقیق و تمحیص کے بغیر " صرف اسانید کے ساتھ روایات کو نقل کر کے) ایک ناقص کام کیا ہے، اور ان تمام روایات کے وہ خود ذمہ دار ہیں جو انہوں نے اپنی تاریخ میں مدون کی ہیں،پس انہوں نے عمداً دروغ گو راویوں سے بہ کثرت روایات نقل کیں اور ان پر سکوت اختیار کیا،
یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے جو بعد میں آنے والی بہت ساری

احادیث گھڑاکرتا تھا، اور ابو جارود بن منذر کوفی مثالبِ صحابہ میں احادیث وضع کیا کرتا تھا، عبدالرحمن بن خراشی شیعی کابھی یہی وطیرہ تھا، اس نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے مزعومہ مثالب میں دو رسالے تحریر کرکے روافض کے ایک بڑے پیشوا کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے اسے دو ہزار درہم انعام میں دیے۔
میزان الاعتدال :۱/۲۴۵،دار لکتب العلمیہ ، الضعفاء لابن)
الجوزاي: ۳/۸۴، ۴/۳۶۵،دار لکتب العلمية، لسان الميزان :
(۳/۴۴۴
غور فرمائیں کہ مذکورہ بالا تینوں افراد کا ہدف و مقصد وضعِ ! حدیث سے صرف اپنے مخصوص فرقہ کے فکری و اعتقادی افکار کی تائید کے علاوہ کچھ نہیں، یہ لوگ انبیاء کرام کے بعد بالاتفاق خیرالبشر و افضل البشر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان درازی اور دلی کینہ کے اظہار کی غرض سے دروغ گوئی کیا کرتے تھے، روافض نے اہل بیت و حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تین ہزارکے قریب جعلی احادیث وضع کی ہیں۔
(میزان الاعتدال:۲/۱۷۱)

ترغیب و ترہیب .2
دروغ گوئی کے اہداف میں ایک ہدف لوگوں کو دین کی ترغیب دینا اور ان کے دلوں کو نرم کرنا اور اپنے مزعومہ نظریہ کے مطابق لوگوں کو اجر کی امید دلانا اور گناہ سے روکنے کے لیے ترہیب بھی تھا، جیسا کہ بعض جہل گزیدہ نام نہاد صوفیوں نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا۔

مادی و معاشی فوائد کا حصول.3
دروغ گوئی کے مرکزی اہداف و اسباب میں ایک بڑا اور بنیادی سبب جاہل عوام کو اپنی طرف مائل کر کے ان سے مادی و معاشی فوائد حاصل کر کے اپنی خواہشات کو پورا کرنا بھی تھا، یہ طرزِ عمل مخصوص گمراہ فرقوں کے علاوہ قصہ گو اور واعظ قسم کے لو گوں نے بھی اختیار کیا تھا، یہ لوگوں کو جھوٹی روایات ، عجیب و غریب اور محیرالعقول قسم کی باتیں گھڑ کر سنایا کرتے؛ تاکہ لوگ ان سے متأثر ہو کر ان کی مادی و معاشی ضروریات کی تکمیل میں معاونت کریں۔حافظ ابن حجر رحمة اللہ علیہ نے میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن فضل اصفہانی (المتوفی ۵۳۰ھ)اصفہان کے بازار میں کھڑے ہو کر اسی وقت اپنی طرف سے احادیث گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور ان روایاتِ کاذبہ کے ساتھ صحیح روایات کی اسانید کو جوڑا کرتا
(تھا۔ (لسان المیزان :۱/۱۳،مؤسسة الأعلمي بيروت

شخصی یا گروہی مفادات.4
ایک سبب اپنے شخصی یا گروہی مفاد کے لیے بعض برگزیداور بڑے لوگوں کی مدح یا مذمت میں احادیث وضع کرنا بھی تھا، علامہ ذہبی نے امام مازری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نعیم بن حماد امام اعظم ابو حنیفہ رحمة اللہ علیہ کے مثالب میں جھوٹی روایات و ضع کیا کرتا تھا،
علامہ ذہبی ہی نے لکھا ہے کہ احمد بن عبداللہ جو یباری نے امام ابو حنیفہ رحمة اللہ علیہ کی مدح میں ایک حدیث وضع کی تھی۔
(میزان الاعتدال :۷/۴ ، میزان الاعتدال :۲۴۵۱)
ان تمام اسباب و اہداف میں غور و فکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کذب و دروغ گوئی کے پھلنے اور پھولنے کی بنیاد تو ان دروغ گوراویوں کے باطنی امراض کے سبب وجود پذیر ہوئی ؛ لیکن سیاسی ، گروہی اور مادی و معاشی عوامل نے اس کی گہرائی و نشاط میں اضافہ کر کے اسے مزید سہ آتشہ بنایا۔

تاریخ طبری اور محقق علماء کی آرا

نسلوں کی گمراہی کا سبب بنا، انہیں (طبری) چاہیے تھا کہ وہ ان دروغ گو راویوں کا بغیر ضرورت کے تذکرہ نہ کرتے، یا ان پر نقد کرتے اور ان کی روایات کی جانچ پڑتال کرتے، صرف ان کی اسانید کے ذکر پر اکتفا کر کے سکوت اختیار نہ کرتے۔
نقدِ روایات اس لیے ضروری تھا کہ تاریخ طبری کا مطالعہ کرنے والوں میں غالب اکثریت ان لوگوں کی ہے جن میں اتنی علمی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ ان روایات پر سند و متن کے اعتبار سے نقد کرسکیں،اگر اس سے استفادہ کرنے والے صرف حدیث، تاریخ و دیگر علوم میں متبحر ہوتے تو یہ طے (شدہ بات تھی کہ وہ نقد و تمحیص کا عمل انجام دیتے۔ (6

ڈاکٹر صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں کہ
اس معاملہ کو اس سے بھی زیادہ سنگین اس بات نے کردیا " کہ طبری کے بعد آنے والے اکثر مؤرخین نے قرونِ ثلاثہ کے بارے میں ان سے یہ کثرت روایات نقل کی ہیں ، جیسا کہ ابن الکامل" "جوزی نے اپنی کتاب "المنتظم"" میں، ابن الاثیر نے میں اور ابن کثیر نے "البدایہ" میں بغیر سند کے نقل کیا ہے، اور ان حضرات کا اس طرح بغیر سند کے روایات نقل کرنے سے ثقہ اور دروغ گو راویوں کی روایات خلط ملط ہوگئیں ہیں، بسا اوقات تاریخ طبری کی طرف مراجعت کے بغیر ان روایات (میں تمیز مستحیل ہوجاتی ہے۔(7

:- حواشی
میزان الاعتدال: ۳/۴۹۹،لسان المیزان: ۵/۱۰۰ (1)
فوائدنافعہ:۵۸،۱/۵۷،دار الکتاب لاہور (2)
معجم الأدباء: ۶/۵۱۴ (3)
بزار سوال کا جواب ،ص:۷۹،مرحبا اکیڈمی (4)
موصوف نے جامعۃ الجزائر سے تاریخ اسلامی میں (5)
ڈاکٹریٹ کی ہوئی ہے۔
مدرسة الكذابين في رواية التاريخ الإسلامي و تدوينہ: (6)
۱/۶۷، ۶۸
حوالۂ سابق (7)

Arabic:

تحذير المسلمين من القراءة في تاريخ الطبري بدون دراية بما !! فيه
منقول من:http://www.ahlalhdeeth.com/

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله ومن والاه وارض اللهم عن الخلفاء الأربعة أبي بكر وعمر وعثمان وعلي وعن سائر . الأصحاب ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

وبعد : فقد دفعني لهذا التحذير هو ما رأيته من تخليط شديد في أحد المشاركات التي تمدح الكتاب بدون دراية عنه ؛ حيث زعم المشارك عند تحذيره من طبري آخر للروافض أن كتاب تاريخ مع خلطه بين أبي جعفر الطبري , الطبري من أفضل كتب التاريخ صاحب التفسير والتاريخ وبين أبي القاسم الطبراني صاحب المعاجم الثلاث الشهيرة ! وصدق من قال : من تحدث في غير فنه !! أتى بالعجائب

وخوفاً من اغترار البعض من قراء المنتدى بهذا الكلام فيقبلوا على القراءة في الكتاب بدون دراية بما فيه - وهو الكتاب الذي يدندن به الرافضة وأهل الاستشراق دائما - رأيت أن أقوم بواجبي . في التحذير مما في الكتاب من بلايا وطامات

: فأقول وبالله التوفيق

أولاً : التحذير من القراءة في تاريخ الطبري لأبي جعفر ابن جرير رحمه الله ينبغي أن يكون أشد من التحذير من طبري الرافضة ! المغمور

! لأن طبري الرافضة المغمور أمره واضح بالنسبة إلينا

أما " تاريخ الطبري " فهو بين أيدينا وصاحبه إمام محدث فقيه ! ومؤرخ ومفسر كبير وشهير

ولذلك قد يغتر البعض بما جاء في كتابه , إلا أنه رحمه الله قد اعتذر عما جاء في كتابه من هذه الأخبار المستشنعة فقال : (فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه , أو يستشنعه سامعه , من أجل أنه لم يعرف له وجها من الصحة ولا معنى في الحقيقة ؛ فليعلم أنه لم يُؤْت في ذلك من قبلنا , وإنما أُتِي من قِبَل بعض ناقليه إلينا , وأنا إنما أدينا ذلك (على نحو ما أدي إلينا) تاريخ الطبري المقدمة (1 / 8

! فطريقته هي الجمع والتقميش دون التفتيش إلا في القليل النادر

! بمعنى أنه جمع ولم يحقق الأسانيد لما جمعه

فمثله في ذلك كمن يجمع التحقيقات في حادثة فيجمع أقوال الشهود ومن كان موجودا بغض النظر عنوعدالتهم وضبطهم ! وكونهم ثقات أو كذابين أو لهم غرض أو هوى

ثم تأتي مرحلة التمحيص للأقوال من القضاة بعد ذلك فيكشفون ! زيغ فلان وكذب فلان وغير ذلك حتى يصلوا للحقيقة

وهكذا ينبغي أن توضح أسانيد الكتاب تحت التحقيق والبحث وللأسف حتى الآن لم يطبع الكتاب محققا تحقيقا علمياُ يَبين فيه ! الصحيح من السقيم ! وهذا من تقصير المسلمين

ثانياً : لقد بلغت روايات أحد المتهمين بالكذب وهو (أبو مخنف لوط بن يحي) - وهو أحد الوضاعين الرافضة الكذابين المطعون في عدالتهم - في تاريخ الطبري قرابة (600) ستمائة رواية استغرقت الفترة من وفاة النبي صلى الله عليه وسلم حتى سنة 132هـ

فتناولت روايات أبي مخنف الخلفاء الأربعة والدولة الأموية وجاء فيها بالطامات والبلايا التي يروج لها الرافضة وأهل الاستشراق !!

يقول شيخ الإسلام : ((وأكثر المنقول من المطاعن الصريحة هو الكذب) يرويها الكذابون المعروفون بالكذب مثل :) من هذا الباب أبي مخنف لوط بن يحيى ومثل هشام بن محمد بن السائب الكلبي وأمثالهما من الكذابين ولهذا استشهد هذا الرافضي بما صنفه هشام الكلبي في ذلك وهو من أكذب الناس وهو شيعي يروي عن أبيه وعن أبي مخنف وكلاهما متروك كذاب)) (منهاج السنة (5 / 81)

ثالثاً : والناظر في الروايات في الطبري يجد فيها الكثير الكثير من : روايات هؤلاء الرواة الذين اتهموا بالكذب أمثال

: أبو مخنف لوط بن يحي-1
يعتبره الشيعة من كبار مؤرخيهم (رجال النجاشي 245 _ رجال الحلي 136) وأما درجته عند أهل السنة فقد أجمع نقاد الحديث

على تضعيفه بل وعلى تركه . قال أبو حاتم : متروك الحديث .
وقال ابن حبان رافضي يشتم الصحابة ويروي الموضوعات عن الثقات وقال السليماني : كان يضع للروافض . وقال ابن عدي : حدث بأخبار من تقدم من السلف الصالحين ولا يبعد منه أن يتناولهم وهو شيعي محترق صاحب أخبارهم . وقال ابن حجر : . إخباري تالف لايوثق به

: هشام بن محمد بن السائب الكلبي -2
. قال الدراقطني : متروك
. وقال ابن عساكر : رافضي ليس بثقة
وقال ابن معين : ليس بشيء كذاب ساقط

: جابر بن يزيد الجعفي-3
قال ابن معين : كان كذابا . وقال في موضع آخر : لا يكتب حديثه . ولا كرامة
. وقال زائدة : أما الجعفي فكان والله كذابا يؤمن بالرجعة
وقال ابن حبان : كان سبئيا من أصحاب عبد الله بن سبأ كان يقول . : إن عليا يرجع للدنيا

فإذا كان هؤلاء الثلاثة على سبيل المثال من رواة مئات الروايات في تاريخ الطبري لا سيما في أحداث الفتنة ترى ماهو الضرر الذي ! ألحقه القوم بالتاريخ
.. تشويه للأحداث .. تحريف للحقائق

وفي أيامنا هذه يأتي أعداء الإسلام من الروافض وطوائف المستشرقين ومن على شاكلتهم من الملاحدة لينقلوا ويبحثوا عن !!كل حادث ضعيف وموضوع لطرح شبهاتهم
!!!! فيغتر بذلك الكلام من لايعرف فيقع في المحظور

أول طبعة للكتاب كانت على يد المستشرقين هي طبعة ليدن : رابعاً (1879م – 1898م) ثم أعادو طبعه أيضا (1897- 1901م)
وتوالت الطبعات العربية حتى الآن للأسف على هذه الطبعة ,
(وطبعه الرافضة في طهران عن انتشارات جيهان (1965م
! ويطبع للآن ببيروت بمؤسسة الأعظمي

أرأيت مدى حرص المستشرقين والرافضة على التسابق لطبع الكتاب وما هو هدفهم ؟

الهدف أن يقولوا : هذا تاريخ الطبري أحد مراجع السنة يقول بما ! نريد فسلموا بما ننقله منه

إنني أحذر من القراءة في تاريخ الطبري دون دراية بدراسة الأسانيد وهو للآن لم يطبع طبعة فيها تحقيق للأسانيد وبيان ما ! فيها من صحيح وسقيم

من أفضل كتب التاريخ التي ينصح بالقراءة فيها : " : خامساً تاريخ الإسلام " للذهبي وهو مطبوع في أكثر من خمسين مجلدا وكتاب " البداية والنهاية " لابن كثير وكلاهما يتعرض لنقد . الأحداث

وأما تاريخ الطبري فأحيل إخواني لبيان بعض طامات الكتاب على : المصدرين التاليين فهما في غاية الأهمية

مرويات أبي مخنف في تاريخ الطبري – عصر الخلافة اراشدة -1 تأليف يحيى بن إبرالهيم بن علي اليحيى ط . دار _ دراسة نقدية . العاصمة يقع في 524 صفحة

تحقيق مواقف الصحابة في الفتنة من روايات الإمام الطبري -2 والمحدثين . تأليف د . محمد أمحزون يقع في مجلدين . ط . دار طيبة

أسأل الله أن يهدينا للحق إنه سميع مجيب . منقول

==============================

قال أبو معاوية البيروتي : هكذا وجدتُ هذا المقال منقولاً في أحد المنتديات من دون ذكر اسم كاتب المقال، فأحببت نقله إلى الملتقى . لقراءة تعليقات الإخوة على المقال، فأفيدونا جزاكم الله خيراً
!